شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک مروزی

۱۱۸ھ ــــــــــــــــ ۱۸۱ھ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۲)

امراؤ سلاطین سے بے تعلقی | امام صاحب امراؤ سلاطین کے ساتھ ربط وضبط اور راہ ورسم پیدا کرنے سے طبعاً نفور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا "تواضع کیا ہے؟" تو فرماتے۔ التکبر علی الاغنیاء یعنی سرمایہ داروں سے کامل بے اعتنائی کا نام تواضع ہے۔ ان کے شیخ امام سفیان ثوری کے درج ذیل خط نے اس نفرت کو اور بھی مستحکم کر دیا۔

الی ابن المبارک اما بعد فانشر فی الناس علمک اللہ وایاک و السلطان۔

عبداللہ بن مبارک کے نام۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد اپنا خدا داد علم لوگوں میں پھیلاؤ اور بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہونے سے بچتے رہو۔[۵۱]

عبدہ بن سلیمان کہتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے کہا آپ چل کر اس شخص (بادشاہ) کو نصیحت نہیں کریں گے؟ فرمانے لگے نہیں۔ ان کے پاس آنے جانے والا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کر سکتا۔ یہ فریضہ وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو ان سے کامل طور پر الگ تھلگ رہے۔[۵۲]

تفسیر، حدیث میں آپ کا مرتبہ | اس دور کے علمی حلقوں میں مروجہ علوم میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ تفسیر میں مہارت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس فن میں ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ حدیث میں اس کا جو پایہ تھا اس کے لئے محدثین کی یہی شہادت کافی ہے کہ وہ امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے پکارتے تھے۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری و صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ان کی روایت سے سینکڑوں حدیثیں مروی ہیں۔ حدیث کے فن میں آپ کی مہارت اور شہرت کا یہ عالم تھا کہ لوگ آپ سے استفادہ اپنے لئے سرمایہ فخر و مباہات سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بڑے بڑے اسلامی شہروں میں جہاں تشریف لے جاتے طلبہ حدیث اور خاص وعام آپ سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

۵۱ تقدمہ صفحہ ۲۶۳　　۵۲ تقدمۃ الجرح والتعدیل صفحہ ۲۸۰

کا درس دینے کی استدعا کرتے تھے۔ اسماعیل بن علی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام عبداللہ بن مبارک اپنے شیخ امام حماد بن زید کی ملاقات کے لئے بصرہ آئے طلبہ حدیث نے امام حماد سے التجا کی کہ آپ ابوعبدالرحمان سے کہئے کہ ہمیں حدیث کا درس دیں۔ چنانچہ امام حماد نے امام صاحب سے کہا: "اے ابوعبدالرحمان! اصحاب الحدیث کی آرزو ہے کہ آپ انہیں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیں" امام صاحب بولے "سبحان اللہ! اے ابواسماعیل! میں آپ کی موجودگی میں حدیث بیان کروں؟" امام حماد نے فرمایا: میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیجئے۔ امام صاحب استاذ کی حلفیہ تاکید پر درس دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور حدثنا ابواسمٰعیل حماد بن زید کہہ کر درس دینا شروع کر دیا۔ اس درس میں آپ نے اپنے شیخ امام حماد سے سیکھی ہوئی احادیث ہی بیان کیں۔[۱]

تدریس حدیث کی فضیلت آپکی نظر میں آپکے نزدیک نبوت کے بعد علم حدیث کی نشرواشاعت سے بڑھکر کوئی درجہ نہیں تھا ایکدفعہ لوگوں نے شکایت کی کہ اہلِ علم کی ایک جماعت نے مالِ زکوٰۃ کو اپنے لئے ذریعہ معاش بنا رکھا ہے فرمانے لگے کیا کیا جائے؟ اگر ہم منع کرتے ہیں تو وہ پڑھنا چھوڑ دینگے اور اگر اجازت دیتے ہیں تو علم حاصل کر لیں گے علم حاصل کرنا بہرحال افضل اور مفید تر ہے[۲] مشہور عابد یوسف بن اسباط کی عبادتگذاری کا آپکے پاس ذکر ہوا تو کہنے لگے آپ لوگوں نے ایسی جماعت کا نام لیا جس کی یاد سے دل شفا پاتے ہیں لیکن اگر سارے لوگ اسی طرح عبادت میں مصروف ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کون سیکھے گا۔ بیماروں کی بیمار پرسی کون کریگا۔ اور نمازِ جنازہ میں کون حاضر ہوگا۔

رجال پر نظر رواۃ کی جرح وتعدیل اور تنقید احادیث میں امام صاحب کو بڑا درک حاصل تھا۔ علماء کے درمیان اختلاف کی صورت میں آپکا فیصلہ حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا امام ابن ابی حاتم نے آپکو حدیث میں کھرے اور کھوٹے کے درمیان تمیز کرنیوالے قابلِ اعتماد ائمہ میں شمار کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جرح وتعدیل کے سلسلے میں آپ واقعۃً علماء حدیث کا مرجع تھے کیونکہ آپکی رائے بہت وقیع سمجھی جاتی تھی رجال کی کتابوں میں اس طرح کے مراجعات بکثرت ملتے ہیں چند ایک یہاں ذکر کئے جاتے ہیں فضالہ[۱] نسوی کہتے ہیں میں کوفہ میں اصحاب الحدیث کی مجالس میں شریک ہوا کرتا تھا جب کسی حدیث کے متعلق ان میں اختلاف رونما ہو جاتا تو کہتے "چلو اس طبیب سے اس کا حل تلاش کریں" اس سے مراد امام عبداللہ بن مبارک ہوتے تھے۔[۵]

ایک[۲] دفعہ مشہور عابد وزاہد حبیب بن خالد مالکی کی بیان کردہ حدیث آپ کے سامنے پیش کی گئی فرمانے لگے "یہ کوئی حدیث نہیں ہے" کسی نے کہا حبیب بڑا صالح اور پارسا بزرگ ہے۔

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۵۵ [۲] طبقات کبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۵ [۳] تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۵۶

امام صاحب بولے" وہ ہر چیز میں صالح سہی مگر اس حدیث میں صالح نہیں ہے"[۱] اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ محدثین کی تنقید کیسی بے لاگ ہوتی تھی۔ وہ کسی شخص کی ظاہری صلاحیت اور تقدس سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔

یحیٰی بن آدم نے پوچھا۔ نصر بن طریف اور عثمان بری میں سے آپ کے نزدیک زیادہ اچھا کون ہے؟ فرمانے لگے نہ یہ اور نہ وہ ان دونوں میں کوئی بھی اچھا نہیں۔[۲]

ابراہیم بن عیسٰے طالقانی کہتے ہیں۔ میں نے امام عبداللہ سے پوچھا" کیا کوئی آدمی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے یا اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟" کہنے لگے" صدقہ میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے" میں نے کہا" حدیث میں آیا ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ والدین کے لئے نماز پڑھو۔ اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو" بولے" یہ حدیث ہے؟ کون روایت کرتا ہے؟" میں نے کہا شہاب بن خراش۔ کہنے لگے یہ ثقہ ہے یہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا حجاج بن دینار سے۔ بولے یہ بھی ثقہ ہے۔ یہ کس سے بیان کرتا ہے؟ میں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ فرمانے لگے۔

یا ابا اسحاق بین الحجاج وبین	اے ابو اسحاق۔ حجاج اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفازۃ تقطع	ایک وسیع ریگستان حائل ہے جس میں سواریوں کی گردنیں کٹ
فیھا اعناق المطی	جاتی ہیں۔

یعنی یہ حدیث منقطع ہے سند میں کئی واسطے ناپید ہیں۔ لہٰذا مردود ہے۔[۳]

ہشام بن عبیداللہ رازی کہتے ہیں۔ میں نے امام عبداللہ بن مبارک سے پوچھا مغیرہ کے تلامذہ میں سب سے اچھی حدیث بیان کرنے والا کون ہے؟ کہا جریر ہے۔ کہنے لگے" مغیرہ سے ابو عوانہ سب سے اچھی حدیث بیان کرتے ہیں"[۴]

حسن بن عیسٰے کہتے ہیں امام عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے جریر بن عبدالحمید سے سری بن اسمٰعیل کی کوئی حدیث نہ لکھی جائے۔ آپ نے اس سے حدیث لینا ترک کر دیا تھا۔[۵]

فقہ ان باتوں کے ساتھ آپ بلند پایہ فقیہ بھی تھے بڑے بڑے ائمہ نے آپ کی فقاہت کی شہادت دی ہے ایک دفعہ امام مالک کے حلقۂ درس میں آپ تشریف لائے تو امام صاحب نے خلاف معمول انہیں اپنی مسند پر بٹھایا

---

[۱] مقدمہ ص۱۷ [۲] ایضاً [۳] ایضاً ص۱۴ در مقدمہ صحیح مسلم ص۱۲ [۴] ایضاً ص۱۴ [۵] ایضاً مقدمہ صحیح مسلم ص۲

ان کے چلے جانے کے بعد ان کے ادب کی بڑی تعریف کی۔ اور فرمایا یہ خراسان کے فقیہ ابن المبارک ہیں[۱]۔

امام سفیان بن عیینہ کو ان کی وفات کی خبر ملی تو فرمانے لگے۔

رحمہ اللہ کان فقیہا عالماً عابداً زاھداً سخیاً شجاعاً شاعراً	اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ یہ فقیہ۔ عالم۔ عابد زاہد سخی۔ بہادر اور شاعر تھے[۲]۔

ایک دفعہ امام سفیان ثوری بیمار تھے۔ علاج معالجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ امام عبداللہ تشریف لائے۔ حال احوال پوچھنے کے بعد ایک پیاز منگایا اور اسے توڑ کر امام موصوف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اسے سونگھئے۔ انہوں نے سونگھا۔ چھینک آئی اور تکلیف رفع ہوگئی۔ امام سفیان فرمانے لگے بخ بخ فقیہ طبیب کیا خوب آپ فقیہ ہونے کے ساتھ طبیب بھی ہیں[۳]۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں۔ ایک دفعہ امام صاحب مکہ معظمہ تشریف لائے میں بھی وہیں تھا واپس جانے لگے تو امام سفیان بن عیینہ اور فضیل بن عیاض آپ کو رخصت کرنے کے لئے شہر سے باہر آئے۔ الوداع کہنے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔ یہ اہل مشرق کے فقیہہ ہیں۔ دوسرے نے کہا آپ اہل مغرب کے بھی فقیہ ہیں[۴]۔

محمد بن معتمر کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ عرب کے فقیہ کون ہیں؟ بولے سفیان ثوری جب ان کا انتقال ہوگیا تو میں نے پھر پوچھا ابا جان! عرب کے فقیہ کون ہیں؟ فرمانے لگے عبداللہ بن مبارک تھے[۵]۔

اجتہادِ مطلق کا منصب علومِ قرآن و حدیث اور ان میں استدلالی مہارت کے باعث آپ اجتہادِ مطلق کے منصب پر فائز تھے جیسا کہ حافظ علی بن حسن سے منقول ہے کہ عبداللہ بن مبارک قوی دلیل اور سنتِ رسولؐ کے مطابق فتوے دیا کرتے تھے[۶]۔ یہی وجہ ہے کہ کتب حدیث و خلافیات میں آپ کا ذکر مجتہدین کے زمرہ میں ہوتا ہے اور چوتھی ہجری کے مشہور مصنف علامہ ابن الندیمؒ[۷] نے اور پانچویں صدی کے نامور شافعی فقیہ علامہ ابو اسحاق شیرازیؒ[۸] نے آپ کا شمار فقہائے محدثین میں کیا ہے۔

---

[۱] تہذیب التہذیب ص۳۸۷ جلد ۵۔ [۲] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۲۶۲ [۳] تذکرۃ الحفاظ ص۲۵۶ جلد ۱
[۴] تذکرۃ الحفاظ ص۲۵۶ جلد ۱۔ [۵] تقدمہ ص۲۶۲ [۶] تقدمہ ص۲۶۲ [۷] کتاب الفہرست ص۳۱۹
[۸] طبقات الفقہا ص۷۷

شاہ عبدالعزیزؒ نے اشارہ کیا ہے کہ ان کی شانِ اجتہاد اس امر کی متقاضی تھی کہ آپ صاحب مذہب مجتہد ہوتے "ایں بزرگ باوصف جلالتے کہ دارد مذہب او متبوع نیست۔"[۱] آپ کے فتاوی سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فروع میں کجا اصولِ اجتہاد میں بھی کسی دوسرے امام کے پابند نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو "مجتہد منتسب" سمجھا جا سکتا تھا۔ جیسا کہ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا تعلق حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ سے تلمذ کے باوجود امام ابن المبارکؒ کی شانِ اجتہاد منفرد اور "انتسابی اجتہاد" سے بلند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ہر مکتب سے اکتساب فیض کیا ہے۔ اگرچہ آخر میں صرف حدیث ہی کے ہو رہے تھے۔ یعنی امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور دوسرے فقہاءؒ و محدثین سے حدیث و فقہ اور صوفیائے کرام سے علم احسان و تصوف حاصل کیا، اسی لئے ہر مکتبِ فکر کے مصنفین کے ہاں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے آپ کے تلمذ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں پس اجتہادِ ایشاں گویا ہیئت مجموعیہ ہر دو طریق است لہذا ایشاں را حنفیہ[۲] از خود مے شمارند و مالکیہ در طبقات خود[۳] مے نگارند[۴]۔ علامہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم لکھتے ہیں و محدثان در طبقاتِ خود مے آرند[۵]۔

غلط فہمی اور اس کا ازالہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی کے مصحح مولانا محسن النعمانی نے تذکرہ کے حاشیے پر امام عبداللہ بن مبارک کے تلمذ امام ابو حنیفہؒ کا اس انداز سے ذکر کیا ہے کہ ان کی حیثیت بھی حضرت امامؒ کے دوسرے تلامذہ ——— امام محمدؒ، امام ابو یوسف وغیرہما ——— کی سی نظر آسکے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ۔ امام زفر وغیرہ تو فقہ امام ابو حنیفہؒ کے مبلغ اور مذہب حنفی کے مدون ہیں۔ اور گو کہ ان میں بھی امام مالکؒ سے تحصیل حدیث کے بعد وہ شدت باقی نہیں رہی تاہم وہ امام ابو حنیفہ ہی کے مسلک کو اصل قرار دیتے ہیں اور طریقِ استنباط بھی ان کا امام ابو حنیفہ والا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ حنفی ہی شمار ہوتے ہیں۔ بخلاف عبداللہ بن مبارکؒ کے کہ ان کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ انہوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی ترویج و اشاعت میں کوئی سرگرمی نہیں دکھائی۔ بلکہ وقتاً فوقتاً اس پر چٹکی لی اور لطیف تنقید بھی فرمائی ہے۔ جس کی بہت

[۱] بستان المحدثین ص۵۷۔ [۲] دیکھئے الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ ص۲۸۱ جلد اول [۳] دیکھئے الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب لابن فرحون مالکی ص۳۱ [۴] بستان المحدثین ص۱۰ [۵] اتحاف النبلاء ص۲۷۲

ورویَ عن ابن المبارک انہ قال انا اقرءُ خلف الامام والناس یقرءُون الاقوم من الکوفیین۔[۵]

یعنی امام عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ میں بھی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا ہوں اور تمام اہل اسلام بھی پڑھتے ہیں۔ صرف کوفہ کی ایک جماعت اس کی قائل نہیں ہے "

(۵) حنفیہ کے نزدیک شراب اسی قدر حرام ہے جس قدر نشہ آور ہو، زیادہ مقدار میں نشہ پیدا کرنے والی شراب —— بشرطیکہ انگور سے نہ ہو —— اتنی مقدار میں اس کا پینا جتنی نشہ نہ پیدا کرے، ان کے ہاں جائز ہے۔ بخلاف باقی آئمہ اور محدثین کے کہ قلیل ہو یا کثیر مطلقاً اس کا استعمال حرام سمجھتے ہیں۔ ان کی دلیل مشہور صحیح حدیث ہے۔ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (سنن نسائی وغیرہ) اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ امام ابن المبارکؒ کا ہے جسے حافظ بیہقی نے اپنی سند سے زکریا بن عدی کی وساطت سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک ہمارے ہاں کوفہ میں ایک دفعہ آئے۔ ان دنوں وہ کچھ بیمار تھے۔ ان کی خدمت میں وکیع اور کچھ دوسرے کوفی احباب حاضر ہوئے اور یہی نشہ آور شراب کے قلیل و کثیر کے فرق کا مسئلہ چھڑ گیا، عبداللہ بن مبارک نے اپنے مسلک (یعنی محدثین کے مسلک) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور مدنی مہاجر و انصار صحابہ کے آثار سے مدلل فرمایا۔ کوفی اصحاب نے سب کچھ سن کر کہا "یہ نہیں، ہمارے اصحاب (اہل کوفہ) کی حدیث بتایئے"۔ انہوں نے امام ابراہیم نخعی کا قول اپنی تائید میں نقل کر دیا۔

امام نخعی کا فتویٰ سن کر ان دوستوں نے سر نیچا کر لیا۔ امام ابن المبارک نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے کہا "ان لوگوں پر کیسا تعجب ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اور صحابہ و تابعین کے آثار ذکر کئے تو ان کی انہوں نے پروا نہیں کی۔ جوں ہی ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا تو سر جھکا دیا ہے"[۶]

ان واقعات و شواہد کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ امام ابن المبارک اپنے اجتہاد میں مستقل تھے اور حنفی مکتب فکر سے منسلک نہیں تھے۔ ان کو آئمہ حنفیہ سے سمجھنے والوں کو شاید اس سے

---

[۵] جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۶ جلد اول [۶] سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۹۵ جلد ۸ [۳] طاش کبرلے زادہ نے امام ابن المبارک کو آئمہ حنفیہ سے شمار کیا ہے۔ (مفتاح السعادۃ ص —)

مغالطہ ہوا ہے کہ حنفی فقہ کے راویوں میں آپ کا شمار ہوا ہے۔ لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں جس طرح آپ امام ابوحنیفہ سے بعض فقہی روایات کے راوی ہیں، اس طرح آپ امام مالکؒ سے ان کی کتاب موطا کے بھی روائت کنندہ ہیں[1]۔ مگر وہ نہ مالکی ہیں نہ حنفی بلکہ مجتہد مستقل اور یہ مسلم ہے "المجتهد لا یقلد مجتهداً"

شعر و شاعری امام صاحب بڑے فصیح نادرالکلام شاعر تھے۔ آپ کے شعر عموماً زہد و ورع، ذم دنیا، اقبال علی الآخرۃ اور خشیت الٰہی پر مشتمل ہوتے تھے۔ شاہی خدمت سے خود بھی متنفر تھے اور اپنے دوست واحباب کو بھی روکتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے ایک دوست اسماعیل بن علیہ نے وصولئ زکوٰۃ کا عہدہ قبول کر لیا ہے تو آپ نے اسے مندرجہ ذیل منظوم چھٹی لکھی۔

یا جاعل العلم لہ بازیا　　یصطاد اموال السلاطین

اے بادشاہوں کا مال شکار کرنے کے لئے علم سے باز کا کام لینے والے

احتلت للدنیا ولذاتہا　　بحیلۃ تذھب بالدین

تم نے دنیا اور اسکی لذات حاصل کرنے کیلئے ایسا بہانہ ڈھونڈا ہے جو تمہارے دین کو برباد کردے گا۔

فصرت مجنونا بہا بعد ما　　کنت دواء للمجانین

پہلے تم پاگلوں کا علاج کرتے تھے اب خود پاگل ہو گئے ہو

این روایاتک فی سردھا　　عن ابن عون وابن سیرین

تمہارا اپنے مشائخ ابن عون اور ابن سیرین سے مسلسل احادیث بیان کرنا کیا ہوا

این روایاتک والقول　　فی لزوم ابواب السلاطین

بادشاہوں کے دروازوں پر حاضر باشی کے خلاف تمہارے وعظ اور لیکچر کدھر گئے؟

ان قلت اکرھت فما ذا کذا　　زل حمار العلم فی الطین

اگر تم کہو مجھے عہدہ قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے تو یہ کون سا عذر ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ علم کا گدھا دلدل میں پھنس گیا ہے۔

اسماعیل یہ چھٹی پڑھ کر رو پڑے اور اسی وقت ملازمت سے مستعفی ہو کر خدمتِ علم میں مصروف ہو گئے[2]۔

---

[1] دیکھئے وفیات الاعیان ص۲۴۴ جلد اول۔ [2] طبقات الکبریٰ للشعرانی ص۵۱ وصفۃ الصفوہ ص۱۱۶ جلد ۴

ایک مدحی قصیدہ کا جائزہ امام ابن المبارکؒ کی شاعری کے سلسلے میں اس قصیدہ پر ایک نظر ڈال لینا بھی مناسب ہے — جو فقہ حنفی کی کتابوں، درمختار[1] وغیرہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں مذکور ہے یہ مدحیہ بارہ تیرہ اشعار پر مشتمل ہے جن کا آخری بند یہ ہے۔

فلعنۃ ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفۃ

ابو حنیفہ کا قول رد کرنے والے پر بہت سے ریت کے ذروں کے برابر خدا کی لعنت ہو

اہل علم و فضل کی مدح اچھی چیز ہے۔ قدیم سے علماء کا یہ دستور چلا آیا ہے لیکن مدح میں جو غلو اس مدحی نظم کے بعض اشعار میں پایا جاتا ہے۔ وہ امام ابن المبارکؒ جیسے صاحب علم و ورع بزرگ کی شان سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ہماری رائے میں اس پورے قصیدے کی نسبت ابن المبارک کی طرف درست نہیں کئی وجوہ سے۔

(۱) امام ابو حنیفہؒ کے تذکروں میں اس کا وجود نہیں ملتا، الجواہر المضیہ علامہ عبد القادر قرشی کی اور اس کی ذیل ملا علی قاریؒ کی الفوائد البہیہ از مولانا عبد الحئیؒ اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ کسی میں یہ قصیدہ موجود نہیں حتیٰ کہ مولانا شبلی جیسے شخص نے بھی سیرۃ النعمان[2] میں اسکا نام تک نہیں لیا۔ ہاں ابن ندیم البتہ نے اسکے ابتدائی اشعار امام ابن المبارکؒ کی طرف

(۲) مولانا عبد الحئیؒ نے عمدۃ الرعایہ[3] میں "ینسب" کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آخری بند میں جس خیال کا اظہار پایا جاتا ہے یہ وہ بلند مقام ہے جو ملت اسلامیہ میں بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو بھی حاصل نہیں۔ امام مالکؒ کا یہ مشہور مقولہ ہے

ما من احد الا ویوخذ من قولہ یعنی ہر کسی کی بات کو لیا بھی جاسکتا ہے اور مسترد بھی
ویرد الا صاحب ھذا القبر کیا جاسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی ہر بات واجب الاطاعت ہے۔

(۳) صحابہ و تابعین کے عہد میں علما کرام آپس میں ایک دوسرے کی بات کو قبول بھی کرتے تھے اور رد بھی پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ امام عبد اللہ جیسا شخص قول ابی حنیفہ کے رد کرنے والے پر لعنت کا فتویٰ صادر کرے

(۴) بلکہ صاحبین تک نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے اقوال و فتاویٰ کو نہیں مانا ہے۔

(۵) بہت سے موقعوں پر خود امام عبد اللہؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک پر نکتہ چینی کی ہے چنانچہ اس

[1] مقدمہ درمختار ص۷ [2] ص۲۸۲ مطبوعہ مجتبائی [3] مقدمہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ص۳۲

اس کی چند مثالیں ہم نے اوپر ذکر کی ہیں۔ ان اشعار کو درست باور کرنے والے حضرات کیا گوارا کریں گے کہ آخری شعر کا مصداق صاحبین اور امام عبداللہ کو ہی ٹھہرائیں (العیاذ باللہ)

تعجب ہے کہ مولانا عبدالحیؒ جیسے محقق نے بھی ان اشعار کو مشکوک قرار دینے کے باوجود اس آخری شعر کی تردید کی بجائے الٹا اس کی صحت کے لئے دور از کار تاویلوں کا سہارا لیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اس رو سے مطلق رد مراد نہیں بلکہ ان کے قول کو حقیر جان کر رد کرنے والے کو مستحق لعنت ٹھہرایا گیا ہے۔ یا آپ کے طریق استدلال کی اس طرح کوئی شخص تردید کرے جو آپ کی تحقیر اور آپ کے مقلدین کی اذیت کا باعث ہو۔ ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم کی یہ تاویل ہی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ یہ شعر امام عبداللہ کا نہیں ہو سکتا کیونکہ عقل یہ باور نہیں کرتی کہ ایسا شخص جس کی جلالت و امامت پر جملہ آئمہ کرام و فقہاء عظام کا اتفاق ہے ایسی لغو بات کہے جس کا بغیر تاویل کے کوئی صحیح محمل ہی نہ ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی راسخ فی الحنفیت بزرگ نے ایسے غلو آمیز اشعار کہے اور رواج دینے کے لئے امام عبداللہؒ کی طرف منسوب کر دیئے۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے تو عرض ہے کہ جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مدح میں سراج امتی ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کی مذمت میں اضر من ابلیس (شیطان سے زیادہ مضر) وضع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں تو چند اشعار کو امام عبداللہ کے نام لگا دینا کون سا مشکل ہے۔

اور معلوم رہے کہ امام عبداللہ کے ساتھ اسی قسم کا ایک معاملہ اور بھی کیا گیا ہے یعنی ایک سند گھڑی گئی جس میں عبداللہ بن مبارک کو لا کر یہ "روایت" بیان کی گئی جس میں "مرفوعا" یہ لفظ لائے گئے

من رفع یدیہ فی الصلوۃ فلا صلوۃ لہ[1] — یعنی جو نماز میں رفع یدین کرے اس کی نماز نہیں۔

اور سند یہ گھڑی گئی المامون بن احمد السلمی ثنا المسیب بن واضح عن ابن المبارکؒ عن یونس عن الزہری عن سعید عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عقائد میں آپ کا مسلک آپ کے نزدیک ایمان قول و عمل دونوں کے مجموعے کا نام ہے اور یہ کہ

[1] تخریج ہدایہ ص۴۰۵ ج۱ میں علامہ زیلعی حنفیؒ نے اس روایت کو باطل و موضوع قرار دیا ہے۔

ایمان کم و بیش ہوتا ہے۔ نیز آپ کے نزدیک تارک صلوٰۃ کافر ہوتا ہے[۱] اسی طرح آپ قرآن مجید کو کلام اللہ غیر مخلوق مانتے اور مخلوق کہنے کو کفر جانتے تھے[۲] آپ سے اللہ تعالےٰ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا

علی السماء السابعۃ علی عرشہ ولانقول	اللہ تعالےٰ عرش پر ہے اور اپنے مخلوق سے الگ ہے
کما تقول الجھمیۃ انہ ھٰھنا علی الارض	ہم جہمیہ (ایک گمراہ ترین فرقہ) کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ زمین پر بھی ہے۔[۳]

ایسے ہی صفات الٰہی کی بابت ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

اذا نطق الکتاب بشیٔ قلنا بہ	قرآن مجید میں جس چیز کا ذکر آگیا ہے اس کے ہم قائل ہیں
واذا جاءت الاثار بشیٔ جسرنا علیہ[۴]	اور حدیث شریف میں بھی جو اللہ تعالےٰ کی صفات وارد ہیں ہم اس کے بولنے سے نہیں جھجکیں گے۔

تصانیف امام ابن المبارکؒ اپنی یادگاریں چند کارآمد اور مفید تصانیف بھی چھوڑ گئے تھے۔ جن میں فن حدیث پر قدرتی طور پر زیادہ تھیں۔ ان ہی کتابوں سے احادیث املا کراتے تھے[۵]

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں آپ کی تصنیف کردہ کتابیں جن پر آپ درس بھی دیتے رہے ——— ۲۰-۲۱ ہزار احادیث پر مشتمل تھیں[۶]۔ اسکے علاوہ تفسیر، فقہ، زہد و رقاق۔ جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ موضوعوں پر بھی تھیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں الامام التاجر السفار۔ صاحب التصانیف۔ النافعۃ[۷]

علامہ نووی لکھتے ہیں۔ آپ نے مختلف علوم و فنون میں بہت سی کارآمد کتابیں تالیف کیں۔ اور زہد اور جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب میں زہرگداز اشعار کہے[۸]

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے لہ التصانیف الحسان والشعر الحسن المتضمن حکماً جمۃ[۹]

علامہ ابن ندیمؒ نے چند کتابوں کے نام بھی گنائے ہیں۔ کتاب التفسیر[۱]۔ کتاب السنن فی الفقہ[۲]۔ کتاب التاریخ[۳] کتاب البر والصلۃ[۴]، کتاب الزہد[۵][۱۰]

---

[۱] طبقات کبریٰ صوفیہ للشعرانی صہ ۵۲۔ [۲] تذکرۃ الحفاظ صہ ۲۵۷ جلد اول۔ [۳] کتاب العلو للعلی الغفار۔ للامام الذہبی صہ ۱۲۹ مطبوعہ دہلی۔ واجتماع الجیوش الاسلامیہ لابن القیم صہ ۸ طبع مصر۔ [۴] کتاب العلو ایضاً صہ ۱۲۹ [۵] فتح الباری صہ ۴۸۳ جلد دوم مطبوعہ دہلی۔ [۶] تہذیب صہ ۳۸۵ جلد ۵۔ [۷] تذکرۃ الحفاظ صہ ۲۵۶ جلد اول۔ [۸] تہذیب الاسماء واللغات صہ ۲۸۶ جلد اول [۹] البدایہ والنہایہ صہ ۱۷۷ جلد ۱۰ [۱۰] کتاب الفہرست صہ ۳۱۹

افسوس یہ کتابیں آج ناپید ہیں۔ اس لئے ان پر کوئی رائے زنی مشکل ہے البتہ کتاب الزہد کے متعلق ملا کاتب چلپی اور شاہ عبدالعزیزؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

کتاب الزہد والرقاق اس میں ابواب پر یعنی عنوان وار۔ ایسی احادیث و آثار کو جمع کیا گیا ہے جن سے دنیا کی طرف سے بے رغبتی، دل میں نرمی اور گداز پیدا ہوتا ہے۔ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح۔ یہ کتاب اپنے فن کی اہم کتاب ہے گو اس میں احادیث واہیہ (کمزور) بھی موجود ہیں[۵]۔ لیکن اس قسم کی کتابوں سے سلف کی غرض ایک موضوع پر متعلقہ مواد جمع کرنا ہوتا تھا۔ تاکہ تحقیق کرنے والوں کو آسانی رہے اور مواد ایک جگہ مل سکے۔

شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں امام ابن المبارک کی کتاب کا انتخاب متداول ہے۔ جو حافظ ضیاء الدین ابوعبداللہ بن محمد بن عثمان بن سلیمان صوفی زرراری کی تصنیف ہے۔ شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ امام ابن المبارکؒ سے کتاب کے راوی حسین مروزی ہیں۔ اور ان سے ابومحمد بن یحییٰ بن محمد بن صاعد نے روایت کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں بعض زیادات مروزی کی ہیں۔ اور بعض ابن صاعد کی جوان دونوں نے اپنے اپنے اساتذہ سے روایت کیں اور امام ابن المبارک کی کتاب الزہد میں انکا اضافہ کردیا

بہرکیف شاہ عبدالعزیزؒ کا کہنا ہے کہ اس مختصر کتاب الزہد کا ابتدا اس عبارت سے ہوتا ہے۔ قال الامام الجلیل الحافظ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ ابن المبارک الحنظلی المروزی اخبرنا یونس عن الزہری قال اخبرنا السائب بن یزید ان شریکا الحضرمی ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذلک رجل لایتوسد القرآن[۲]

کرامات آپ مستجاب الدعوات تھے اور کئی خرقِ عادت کرامات آپ سے ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ خلیلی نے اپنی کتاب الارشاد میں لکھا ہے۔

ابن المبارک الامام المتفق علیہ لہ من الکرامات مالا یحصی[۳]	یعنی ابن المبارک کی امامت پر سب کا اتفاق ہے ان سے ان گنت کرامات کا صدور ہوا۔

ابووہب کہتے ہیں امام عبداللہ بن مبارک ایک نابینا کے قریب سے گذرے اس نے آپ سے دعا کی التجا کی آپ نے اللہ تعالےٰ سے اسکے حق میں دعا کی چنانچہ میرے دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں[۴]۔

---

۱ کشف الظنون ج۱ ص۲۷۶ ۲ بستان المحدثین صفحہ ۵۶ ۳ تہذیب التہذیب ج۵ ص۳۸۷ ۴ تہذیب التہذیب وصفۃ الصفوۃ ج۴ ص۱۲۰

ملفوظات آپ سے بہت سے حکیمانہ اقوال منقول ہیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں چند ایک ملاحظہ فرمایئے

(۱) تکمیل علم کی پانچ شرطیں ہیں جس میں ایک شرط کی بھی کمی ہو اس کا علم ناقص ہے (۱) نیت صحیح (۲) استاد کی بات پوری توجہ سے سننا۔ (۳) اس کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرنا (۴) پھر دل و دماغ میں محفوظ رکھنا۔ اور (۵) ہونہار اور مستعد طلبا میں پھیلا دینا۔[۱]

(۲) میں نے چار ہزار احادیث سے یہ چار باتیں منتخب کی ہیں۔ (۱) دولت دنیا پر مغرور نہ ہونا اور اس کے فریب میں نہ آنا۔ (۲) جو چیز پیٹ میں نہ سما سکے اس میں داخل کرنا۔ (۳) جو نفع دے وہی علم سیکھنا (۴) کسی بارہ میں عورت پر اعتماد نہ کرنا۔[۲]

(۳) جب اتنا قرآن پڑھ لو جس سے نماز درست ہو سکے تو علم حاصل کرو کیونکہ علم سے ہی قرآن حکیم کے معانی معلوم ہوں گے۔[۳]

(۴) گمنامی کی زندگی پسند کرو شہرت سے دور رہو اور کبھی ظاہر نہ کرو کہ تم گمنامی کو پسند کرتے ہو یہ خودستائی ہے زہد کا اعلان زہد کے منافی ہے اس سے اپنی تعریف اور مدح کا خیال پیدا ہوتا ہے۔[۴]

(۵) عقلمند تین چیزوں کو حقیر نہ جانے (۱) علماء (۲) سلاطین (۳) اور بھائی بند، علماء کی تحقیر سے دین تباہ ہوا۔ بادشاہوں کی تحقیر سے دنیا برباد ہوئی اور بھائی بندوں کی تحقیر سے مروت گئی۔[۵]

(۶) ہم نے دنیا کی خاطر علم سیکھا لیکن اس نے ہمیں ترکِ دنیا کی تعلیم دی۔[۶]

(۷) اولاد کی پرورش کے لئے روزی کمانے سے بڑھکر کوئی عمل افضل نہیں جہاد فی سبیل اللہ بھی اس سے فروتر ہے۔[۷]

(۸) مجھے کسی چیز میں اتنی ناکامی نہیں ہوئی جتنی اللہ کے لئے محبت کرنیوالے بھائی کی تلاش میں ہوئی۔[۸]

(۹) زہد کی فرمانروائی رعیت کی فرمانروائی سے بڑھی ہوئی ہے رعیت کا فرمانروا لوگوں کو ڈنڈے کے زور سے جمع کرتا ہے مگر مملکت زہد کا فرمانروا لوگوں سے بھاگتا ہے اور وہ اس کے پیچھے دوڑتے ہیں۔[۹]

وفات ۱۳ر رمضان المبارک ۱۸۱ھ کو جہاد سے واپس آتے ہوئے ضلع موصل کے ہیت نامی قصبہ میں ہارون رشید کے عہد میں عالم اسلام کا یہ آفتاب عالم تاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون

---

[۱] بستان المحدثین صفحہ ۶ [۲] طبقات کبریٰ للشعرانی صفحہ ۵۱ جلد اول [۳] طبقات کبریٰ للشعرانی صفحہ ۵۱ [۴] طبقات کبریٰ شعرانی صفحہ ۵۱ صفۃ الصفوۃ صفحہ ۱۱۱ [۵] طبقات کبریٰ للشعرانی صفحہ ۵۱ [۶] صفۃ الصفوۃ صفحہ ۱۲۰ [۷] صفۃ الصفوۃ صفحہ ۱۱۵ ج ۴ [۸] ایضاً [۹] طبقات کبریٰ صفحہ ۵۱

نزع کے وقت آپ کے غلام نصیر نے جب تلقین کرتے ہوئے بار بار کہا "اے ابو عبدالرحمان! لا الہ الا اللہ پڑھئے تو فرمانے لگے اے نصیر! جب میں نے ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا تو پھر تلقین کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر میں اس کے بعد کوئی اور کلام کروں تو تلقین کرو کیونکہ مستحب ہے کہ میت کے منہ سے آخر میں یہی کلمہ نکلے[1]

جب موت کا وقت قریب آیا اور علامات نزع شروع ہوئے تو آپ نے غلام نصیر سے کہا مجھے بستر کی بجائے زمین پر لٹا دو۔ غلام یہ سن کر رونے لگا پوچھا روتے کیوں ہو؟ بولا آپ کی مال و دولت اور مسافری میں یہ بے کسی کی حالت دیکھ کر بے اختیار رونا آگیا ہے۔ فرمانے لگے "خاموش! میں نے ہمیشہ اللہ تعالےٰ سے دعا کی ہے کہ میری زندگی امیروں کی زندگی ہو اور موت خاکساروں کی موت ہو"[2]

تلامذہ علم وفضل میں کمال کی وجہ سے آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ اطراف واکناف عالم سے تشنگانِ علم اس چشمہ شیریں پر آکر اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ اس لئے آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے ان میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

امام عبدالرحمان بن مہدی، امام الجرح والتعدیل۔ امام یحیی بن معین۔ امام احمد بن حنبل۔ سفیان ثوری۔ معمر بن راشد۔ یحیی بن سعید قطان، امام اسحاق بن راہویہ۔ ابو اسحاق فزاری۔ سفیان بن عیینہ۔ ابوبکر بن ابی شیبہ۔ عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن مقاتل مروزی وغیرہ رحمہم اللہ تعالےٰ۔

صلحاء کے خواب آپ کی وفات کے بعد بہت سے صلحاء نے خواب میں دیکھا کہ آپ جنت میں داخل ہوگئے ہیں۔ فریابی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا یا رسول اللہ! امام عبداللہ بن مبارک کا کیا انجام ہوا؟ فرمایا۔ انہیں انبیاء، صالحین، شہداء اور صدیقین کی رفاقت حاصل ہوگئی ہے[3]

صخر بن راشد کہتے ہیں۔ میں نے امام عبداللہ بن مبارک کو خواب میں دیکھا اور کہا کیا آپ وفات نہیں پاچکے؟ فرمانے لگے ہاں پاچکا ہوں۔ میں نے کہا پھر اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ بولے غفر لی مغفرة احاطت بکل ذنب۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے ایسی بخشش سے نوازا ہے جس نے کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑا۔ میں نے کہا امام سفیان ثوریؒ کا کیا حال ہے فرمانے لگے وہ انبیاء۔ صالحین، شہدا اور صدیقین کے ساتھ ہیں[4]

---

[1] صفۃ الصفوۃ ص ۱۲۱ ج ۴ [2] بستان المحدثین ص ۶۰ [3] تاریخ بغداد [4] تاریخ بغداد

"مذاہب اسلامیہ" نامی کتاب پر ایک نظر

استخفافِ دین کا ایک اور ادارہ

(جناب ملک ابوالمحمود صاحب سوہدرہ)

(۱)

"ہمارے ملک میں حدیث کا انکار اور ضوابط و اعمال شرعیہ کا استخفاف کرنے کی مہم جن لوگوں نے شروع کر رکھی ہے ، لاہور کا "ادارہ ثقافت اسلامیہ" بھی ان ہی میں شامل ہے ۔ بلکہ نیم سرکاری ادارہ ہونے اور بعض دوسرے وجوہ کے باعث اسے خاص اہمیت حاصل ہے ۔ اسی ادارے کے سربراہ خلیفہ عبدالحکیم نے رسوائے عالم کتاب" اقبال اور ملا" لکھی ، اور ان ہی خلیفہ صاحب کی اس ادارہ میں ایک کتاب چھپی ۔ جس میں صاف صاف لکھا گیا ہے کہ اخروی نجات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت رسول ماننا ضروری نہیں ۔ صرف آپ کو "بہت اچھا آدمی" مان لینا کافی ہے ۔ اس ادارہ سے حدیث پاک کے انکار اور حدیث کی صحیح کتابوں اور ان کی احادیث صحیحہ کو مشکوک قرار دینے والی کتابیں شائع ہوتی ہیں ۔ اس ادارے نے یہ مہم بھی چلائی ہوئی ہے کہ تمام احکامات شرعیہ وقتی تھے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

ملک ابوالمحمود صاحب سوہدروی کو اس ادارہ کی مطبوعہ ایک کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ تو اس کے متعلق اپنے تاثرات قلم بند کر کے" رحیق" کو اشاعت کے لئے ارسال فرمائے ہیں جس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں ۔ اور امید رکھتے ہیں کہ وہ یہ مفید علمی سلسلہ جاری رکھیں گے ۔" (ادارہ)

حال ہی میں میرے ایک عزیز نے "ادارہ ثقافت اسلامیہ" کی مطبوعات سے ایک کتاب موسومہ "مذاہب اسلامیہ" مجھے مطالعہ کے لئے دی ۔ جو ایک منکرِ حدیث جناب خواجہ عباد اللہ صاحب اختر کی تصنیف ہے جس کا موضوع بہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے تاریخی حالات لکھے جائیں گے جو گذشتہ تیرہ صدیوں میں پیدا ہوئے ۔

میں نے اسے سرسری نظر سے دیکھا تو سخت تعجب ہوا کہ ایسی ہی قسم کی کتابوں کے ناشر ادارہ پر گورنمنٹ بلکہ درحقیقت مسلمانوں کا روپیہ بیدریغ صرف کیا جا رہا ہے !

یہ کتاب پریشان خیالیوں کا مرقع ہے ۔ کوئی اس کی ترتیب نہیں ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف

کے دماغ میں جو چیزیں کھول رہی تھیں۔ اس کو اناپ شناپ لکھتے چلے گئے۔ اسناد کے اعتبار سے کتاب کا یہ حال ہے کہ ہر فرقے کے عقاید لکھتے وقت مصنف نے متعلقہ فرقوں کی کتابوں کے حوالے دینے کی تکلیف نہیں فرمائی اور اس کے بجائے ابتدا میں اتنا لکھ کر سبکدوشی حاصل کر لی۔

"ہم نے اس کتاب میں مورخین کی تواریخ عمومی اور خصوصی سے جو کچھ لیا ہے اس کا حوالہ علیحدہ علیحدہ نہیں دیا۔ قابل ذکر چند نام ہیں جن کی کتابیں خاص شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ مورخین اور ان کی کتابوں کا مختصر تذکرہ سر دست کافی ہے۔"

پھر دو چار کتابوں کے نام گنائے ہیں۔ جن میں دبستان مذاہب کا ذکر بھی ہے۔ اور اس کتاب کی استنادی کیفیت کا جو حال ہے اسے ہم آئندہ بیان کریں گے۔ علاوہ ازیں ان کتابوں میں بعض ایسی ہیں جن پر مصنف براہ راست مطلع نہیں ہو سکے۔ مگر کیا مجال کہ اس طرف اشارہ تک کریں۔

مندرجات کے اعتبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ادارہ طلوع اسلام کی شائع کردہ ہے اسی قسم کے نظریات۔ حدیث کا انکار، معجزات کا انکار وغیرہ وغیرہ کی تبلیغ و اشاعت ہے۔

اس مقالے میں ہم اس کتاب کا تنقیدی جائزہ لیں گے۔

معراج کا انکار مصنف نے یہ باور کرانا چاہا ہے کہ معراج نبوی کے واقعہ کا کوئی وجود نہیں۔ مجوسیوں کا ایک ڈھکوسلہ ہے جو حدیث کی کتابوں میں داخل کر دیا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ یہ لوگ حضرات محدثین رحمہم اللہ اجمعین پر مجوسیت، یہودیت وغیرہ کے اتہام کس جرأت اور بے باکی سے تھوپتے ہیں۔ حالانکہ ان محترم ہستیوں نے ہر زمانے کے ہر ثقہ راوی کی صداقت، اتقا اور حافظے، اتصال کے متعلق معاصر محدثین کے بیانات کی روشنی میں تحقیق کی ہے۔ ہر ضروری امر کو بلا کم و کاست ظاہر کر دیا ہے۔ اور ہر ایک روایت مستند طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی ہے۔ مگر یہ جملہ احادیث بقول ان منکرین حدیث کے یہودیت کی گپیں اور مجوسیت کی ژٹلیں ہو گئیں۔

كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا

واقعہ معراج مجوسیوں سے ماخوذ ہے مذاہب اسلامیہ کے صفحہ ۹۴۲ پر خواجہ صاحب فرماتے ہیں

"معراج کے بارہ میں کچھ روایات ہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سب ایرانی زرتشتی ہیں۔ معراج کا قصہ وہی کچھ ہے صرف نام بدل دیئے گئے ہیں۔ سروش کی جگہ جبریل اور